ڈاکٹر محمد نعیم گھمن۔ اسسٹنٹ پروفیسر اردو، گورنمنٹ شالیمار کالج لاہور
ڈاکٹر بابر نسیم آسی، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ فارسی، جی سی یونیورسٹی لاہور
ڈاکٹر محمد امجد عابد، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن لاہور
Dr. Muhammad Naeem, Ghuman, Assistant Professor Urdu, Govt. Shalimar College, Lahore.
Dr. Babar Naseem Aasi, Associate Professor, Department of Persian, GC University, Lahore.
Dr. Muhammad Amjad Abid, Associate Professor, Department of Urdu, University of Education, Lahore.

مشائخ سیال شریف اور فارسی تاریخ گوئی

MASHAIKH SIAL SHARIF AND PERSIAN HISTORY

Abstract:
Sial Sharif monastery is an important monastery of Chishtiya order. The distinguishing features of this monastery are knowledge and literature. The members of this monastery have cultivated knowledge and literature with heart and soul and have experimented in different genres of poetry, including "Tareekh Goi". "Tareekh Goi" is the most difficult genre of poetry. In this category the poet describes an event in numbers, which is also known as ``ilm-e- abjad". The elders of Khanqah Sial Sharif and their desendants have honed their skills in this art. This article provides an overview of their "Tareekh Goi".

Key Words: *Khanqah Sial Sharif, Dabistan, Tareekh Goi, Sher o Sukhan, Chishti Sufia.*

خانقاہ سیال شریف عہد رواں میں اک دبستان کی مانند ہے۔اس خانقاہ کا امتیازی وصف علم وادب ہے۔خانقاہ سیال شریف اور اس کی متعلقہ خانقاہیں شعر و سخن کا بھی گہوارہ ہیں۔ان خانقاہوں میں شاعری کی تمام اصناف ملتی ہیں۔خانقاہ سیال شریف سلسلہ چشت کی اہم خانقاہ ہے۔فارسی زبان سے مشائخ چشت کی محبت قابل دید اور قابل داد ہے۔لفظ "چشتی" جب سامنے آتا ہے تو خود وبخود انسانی ذہن میں ذوق لطیف اور جمال و کمال کا نقشہ بن جاتا ہے گویا لفظ "چشتی "علم وادب کی کئی سو سالہ تاریخ اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔مشائخ سیال شریف اور ان کے خلفاء نے ہر دور میں علم وادب سے اپنا رشتہ استوار رکھا ہے اور شعر و سخن کی تمام اصناف میں طبع آزمائی کی

ہے۔ تاریخ گوئی بھی مشائخ سیال شریف کا خاص میدان ہے۔ فن تاریخ گوئی سے مراد کسی بھی اہم واقعہ کی تاریخ وقوع کو اس طرح بیان کرنا کہ ان الفاظ کے تمام حروف کی متعینہ قدروں یعنی اعداد کے مجموعہ سے اس واقعہ کی تاریخ وقوع ظاہر ہو۔ اسے اصطلاحاً "تاریخ کہتے ہیں اور اس عمل کو تاریخ گوئی کہتے ہیں۔ تاریخ گوئی خالصتاً ایشیائی اور مشرقی فن ہے، اہل مغرب اس فن سے ناآشنا تو نہیں مگر ان کے ہاں اس فن کی ترویج نہ ہو سکی۔ تاریخ گوئی ایسا فن ہے جو کہ فن شاعری کے ساتھ لازم وملزوم ہو چکا ہے۔ ماضی میں فن تاریخ گوئی کی بہت قدرو منزلت تھی۔ شاہی درباروں میں اس فن نے پرورش پائی اور اس کے بعد اس فن کو عوام میں بھی مقبولیت حاصل ہوئی۔ تاریخ گوئی مشکل فن ہے۔ اس لیے چند معروف شعراء نے ہی فن تاریخ گوئی میں اپنا رنگ جمایا ہے۔ ان شعراء میں ناسخ، مومن، انشاء، ذوق، علامہ اقبال، احمد رضا خاں بریلوی، رئیس امرہوی، سرور انبالوی اور عاشق کیرانوی شامل ہیں۔ ابتداء میں فن تاریخ گوئی چند لوگوں تک ہی محدود ہوتا تھا مگر جب مختلف لغات وجود میں آئیں تو یہ فن عوام تک منتقل ہوتا چلا گیا۔ اس ضمن میں نثار علی شہرت کا بیان اہم ہے وہ لکھتے ہیں:

> "اور وہ (تاریخ گو شعرا) لوگوں سے اسے (بیاضوں) ایسا ہی چھپا کر رکھتے تھے۔ جس طرح بادشاہ اور امرا جواہرات کو پوشیدہ رکھتے تھے۔ ان کا یہ خیال کہ ہم اس ذخیرہ کے ذریعہ عمدہ عمدہ تاریخیں نکال لیتے ہیں اگر یہ کسی دوسرے کے ہاتھ لگ گئی تو وہ بھی عمدہ تاریخیں کہنے لگے گا جس سے اس فن کی کساد بازاری ہو گی۔ وہ ذخیرہ جزو دو جزو چھپوایا تو کیوں جاتا، کسی کو دکھایا بھی نہ جاتا تھا۔"(۱)

جب تاریخ گوئی خواص کے حلقہ سے نکل عوام میں پہنچی تو اس فن کے شعرا کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ ایک واقعہ کی کئی کئی تاریخیں کہی جانے لگیں۔ شعراء تاریخ گوئی کے اعصاب پر یہ شوق اتنا سوار ہوا کہ یہ واقعات کی تلاش میں رہتے کہ کب کوئی واقعہ ہو اور اس سے تسکین فن کی جا سکے۔ اس سے تاریخ گوئی کی فنی عظمت گہنا گئی اور تاریخ گوئی کا فن بھی روبہ زوال ہوتا چلا گیا۔ مچھر کے کاٹنے، بخار آجانے، جانوروں کے مرنے اور معمولی واقعات پر بھی تاریخیں کہی جانے لگی تھیں جس کی مثال یہ ہے کہ معلیٰ خیر آبادی نے اپنے دوست سبحان خان کے دانت ٹوٹنے پر بھی تاریخ کہہ ڈالی۔ یہ قطعہ برجستگی اور بے ساختگی کا مرقع بھی ہے۔ اس میں "دانت ٹوٹ گیا" بے تکلفی سے کہا گیا مگر یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ ان کی فن تاریخ گوئی کی مسلسل ریاضت بھی دکھائی دیتی ہے:

دوست سبحان خاں سے ورزش میں
منہ پہ مگدر جو ان کے چھوٹ گیا
دانت ٹوٹتے ہی یوں معلّٰی نے کہا
کہی تاریخ ''دانت ٹوٹ گیا'' [۲] ۱۲۹۲ھ

برصغیر پاک وہند میں سلسلہ عالیہ چشتیہ کے مشائخ نے علوم وفنون کی ترقی میں جو کردار ادا کیا ہے وہ کسی بھی بیان کا محتاج نہیں ہے۔مشائخ چشت جہاں مخلوق خدا کی روحانی و علمی رہنمائی فرماتے تھے، وہیں علوم وفنون کی ترویج وترقی میں بھی اپنا کردار ادا کر رہے تھے۔ان کا اردو وفارسی شاعری کا مطالعہ وسیع تھا۔فن تاریخ گوئی بھی انہی کلاسیکی سرمایوں میں سے ایک ہے۔یہی وجہ ہے کہ شعر وسخن کے ساتھ ساتھ وہ اس فن کی جانب بھی متوجہ رہے۔انہوں نے شعوری طور پر فن تاریخ گوئی میں مہارت تامہ حاصل کی اور وہ اس فن کے اسرار ورموز سے بخوبی آگاہ تھے۔موجودہ دور میں جب تاریخ گوئی کا رواج نہیں رہا تو بھی کہیں کہیں شعرا فن تاریخ گوئی کو برتتے دکھائی دیتے ہیں مگر ان شعرا کی تعداد بہت کم ہے۔ہماری تاریخی روایت جو شاندار اور درخشندہ تھی، اس کو موجودہ عہد میں قائم رکھنے کے لیے مشائخ سیال شریف کی خدمات قابل تعریف ہیں۔اپنی روایات کو زندہ رکھنے والے لوگ قابل قدر ہیں۔فن تاریخ گوئی کا عمومی رواج نہ ہونے کے باوجود آج بھی چشتی خانقاہوں میں مادہ تاریخ نکالے جا رہے ہیں اور فن تاریخ نگاری کو دوام عطا کیا جا رہا ہے۔مشائخ سیال شریف اور ان کے خلفاء کے ہاں آج بھی تاریخ گوئی کا چلن ہے۔قطعات پیدائش ووفات کہنا صوفیاء کی بہت مقبول صنف ہے۔فارسی اور اردو کے کئی نامور شعرا علم الاعداد کی روشنی میں کسی معروف شخصیت کے وفات پا جانے پر قطعات وفات کہتے رہے ہیں۔قطعات وفات کو تاریخ وفات سے مزین کر کے لکھنا اصل فن ہے۔اس فن پر سب سے زیادہ صوفیہ کی خانقاہوں میں طبع آزمائی ہوئی ہے۔خانقاہ سیال شریف کے مشہور شاعر خواجہ عبد اللہ سیالویؒ نے بھی فارسی میں قطعات وفات کہے ہیں اور فارسی رباعیات میں بھی تاریخ وفات نکالی۔قطعات وفات تو معروف صنف سخن ہے مگر رباعی میں تاریخ وفات نکالنا مشکل کام ہے۔خواجہ عبد اللہ سیالوی کی قادر الکلامی ملاحظہ کریں کہ انہوں نے اپنی فارسی رباعی "رباعی تاریخ وصال ہستی بے مثال حضرت علامہ محمد اقبال مرحوم" کے عنوان سے تاریخ نکالی ہے۔ان کی یہ رباعی علامہ اقبال کے ساتھ ان کے قلبی لگاؤ کا بھی اظہار کرتی ہے۔

دگر گوں گشت اکنوں حال بر کس
شدہ غارت متاع ومال ہر کس
بگریند اشک خوں اہل زمانہ
کہ ''رفت اقبال رخت اقبال ہر کس''(۴) ۱۳۵۷ھ

خواجہ عبداللہ سیالوی کے غیر مطبوعہ کلام میں قطعات تاریخ فارسی اور اردو زبان میں ہیں۔ ان کی قادر الکلامی اس سے واضح ہوتی ہے کہ وہ فارسی زبان کے کتنے بڑے عالم تھے کہ انہوں نے مشکل ترین صنف تاریخ گوئی کے لیے فارسی زبان کا انتخاب کیا ہے۔

محمد خاں لاہڑی بلوچ کے پسر رب نواز کا قطعہ وفات یوں کہا:

شد است حادثہ دردناک صد افسوس
کنند اہل جہاں سینہ چاک صد افسوس
کجاست راحت جاں ربنواز لخت جگر
چرا رمیدہ زما جان پاک صد افسوس
ہزار حیف کہ آں گل بہ غنچگی پژمرد
فتادہ ماہ و فلک در مفاک صد افسوس
غزالے نو کہ چریدے بمر غزار شباب
کنوں ز تیر قضا شد ہلاک صد افسوس
عبد ز سال وفاتش بگفت تاریخ
گلے ''رسید بداماں خاک صد افسوس''(۵) ۱۳۵۹ھ

خواجہ عبداللہ سیالوی نے محمد علی شاہ کی تاریخ وفات کہی:

چوں رفت از جہاں کرد ما را خراب
''محمد علی شاہ پسر تراب'' ۱۳۸۱ھ

خواجہ عبداللہ سیالوی نے صبح صادق رئیس کریالہ، ضلع چکوال کی تاریخ وفات یوں کہی:

خدایا این چہ در عالم شدہ عائد پریشانی
شدہ دارد بہ مرد و زن پشیمانی و حیرانی
محمد صبح صادق را نمی بینم دریں دنیا
جوانے بود بے ہمتا امیرے بود لاثانی
بہ ہر مجلس، بہ ہر محفل چراغ انجمن آرا
نہالے بود بستانے غزالے بود کنعانی

یگانہ روزگارے بود بااقبال و باشوکت
نمودے مبر و رافتح و ظفر ہموارہ دربانی
عبد می گفت تاریخ وفاتش از سن ہجری
رسیدہ ''صبح صادق را پیام موت'' بجوانی (۲) ۱۳۴۶ھ

خانقاہ سیال شریف کے دوسرے نامور شاعر خواجہ غلام فخر الدین سیالوی نے بھی تاریخ گوئی میں طبع آزمائی کی ہے۔خواجہ غلام فخر الدین سیالوی خانقاہ سیال شریف کے پختہ کار اور کہنہ مشق شاعر ہیں۔ان کی قادر الکلامی اور شعر گوئی کا شہرہ چشتی خانقاہوں میں یوں بھی محسوس کیا جاسکتا ہے کہ ان کے لکھے ہوئے کلام محافل میں پڑھے جاتے ہیں۔ آپ نے عربی، فارسی اور اردو میں مشائخ چشت کے قطعات وفات لکھے ہیں۔ آپ نے بعض تاریخوں کے مادے بہت خوبصورتی سے نکالے۔ انہوں نے پیر محمد کرم شاہ الازہری کی فارسی میں تاریخ وفات کہی جو ان کی قادر الکلامی کا مظہر ہے:

پیر صاحب محمد کرم شاہ شد واصل حق
۱۴۱۸ھ

جناب پیر صاحب نور پیکر
محمد کرم شاہ ماہ منور
علوم دین و دانش کرد حاصل

رموز علم و عرفان کرد از بر

فیوض باطنی شیخ الاسلام

علوم ظاہری از شیخ الازہر

سراپا علم و عرفاں صاحب ارشاد

خوشا کان محبوب داود

محمد کرم شاہ ایں مہر تاباں

بگفتا سال رحلت فخر خوشتر (۷)

انہوں نے حضرت خواجہ معین الدین خان صاحب کا فارسی میں سال وفات یوں نکالا:

الوداع اے تکیہ گاہ بے کساں

حضرت خواجہ معین الدین خان

صورتش نقش سلیمانی چو بود

تابع فرماں سراسر انس و جاں

خوبصورت خوب سیرت نوجواں

حیف در فصل بہار آمد خزاں

بود شوال مکرم بیست و دو

بست چوں رخت سفر سوئے جناں

سال رحلت فخر ہاتف این گفت

یوسف مصری معین الدین خاں ۱۴۱۲ھ (۸)

خانقاہ سیال شریف کا امتیازی وصف یہ ہے اس کے خلفا بھی فن تاریخ گوئی کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے اہم نام پیر فیض الامین سیالوی کا ہے۔ پیر فیض الامین سیالوی یادگار اسلاف تھے۔ انہوں نے اردو اور فارسی میں قطعات تاریخ بھی کہے ہیں۔ ان کا اصل فن ہی تاریخ گوئی ہے۔ ان کو تاریخ گوئی میں مہارت حاصل

ہے۔ انہوں نے بہت سے علما مشائخ کی وفات پر قطعات تاریخ کہے ہیں۔ دور حاضر میں تاریخ گوئی کی روایت دم توڑتی نظر آتی ہے۔ جب ہر سمت فارسی شعر و سخن کا تقریباً خاتمہ ہو چکا ہو، اس دور میں پیر فیض الامین فاروقی کا فارسی زبان میں اک دم توڑتی صنف میں شاعری کرنا یعنی قطعات تاریخ کہنا قابل ستائش ہے۔ انہوں نے اک ایسی صنف کو نسل نو تک پہنچانے کی کوشش کی ہے جو تقریباً مٹ رہی تھی۔ ماضی کی شاندار روایت سے رشتہ استوار کرنا مشکل امر ہوتا ہے مگر پیر فیض الامین فاروقی نے یہ بار گراں نہ صرف اٹھایا بلکہ اس میں مہارت تامہ بھی حاصل کی۔ انہوں نے فارسی زبان میں تواریخ کہہ کر مشائخ چشت کی تہذیبی میراث کو اگلی نسلوں تک منتقل کیا ہے۔ سید صابر حسین شاہ نے پیر فیض الامین کی تاریخ گوئی کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

> ''صاحبزادہ فیض الامین فاروقی نے تاریخیں انتہائی برجستہ انداز میں کہی ہیں۔ ان میں آمد ہی آمد ہے۔ آپ نے کمال مہارت سے اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں تاریخیں نکالیں اور قطعات موزوں فرمائے۔ گویا قطعات کا مجموعہ اردو اور فارسی کا حسین امتزاج ہے''۔[۹]

شاہباز لامکان غوث جہاں
خواجہ شمس الدین شد زیب جناں
جست چوں فیض الامیں سال خرد
گفت ''شمس عارفاں شمس زماں'' رفت[۱۰] ۱۳۰۰ھ

ذات او در دین و دنیا بد مکرم
سال او فیض الامین را گفت ہاتف
''شد محمد دین خواجہ قطب عالم''[۱۱] ۱۳۲۷ھ

ان کے فارسی قطعات میں سے کچھ قطعات ذیل میں درج ہیں اور ان میں سے اکثر قطعات ان مشائخ کی قبروں کے کتبوں پر بھی تحریر ہیں۔

نادرِ دوراں سید محمد نور اللہ شاہ سیالکوٹی کا قطعہ وفات یوں منظوم کیا ہے:

فاضل دین حق، آن عزیز جہاں
بہترینِ محدث، مناظر و فقیہہ
پیکر علم و حکمت، بلیغ اللسان
گفت ہاتف سن او بہ فیضِ الامینؔ
''مردِ شیرین ادا، ماہتابِ زمان''(۱۲) ۱۳۶۸ھ

قطعہ تاریخِ وصال سید امیر علی شاہ چشتی ملاحظہ ہو:

کاملِ دہر سید امیر علی
افتخارِ زمان، پیکرِ آگہی
فیضیاب از کرم ہائی خواجہ سیال
زبدہ کاملان، عابد و متقی
بد چہارم ذیقعد، دو شنبہ روز
گفت واصل بحق آن مکرم ولی
روحِ پاکیزہ چون پیشِ داور رسید
حکمِ حق آمدہ داخلی جنتی
مصرع رحلتش گفت فیض الامینؔ
''بادشاہِ سخا، بدُ امیر علی''(۱۳) ۱۳۴۱ھ

فن تاریخ گوئی کی اہمیت مسلم ہے۔ ابتداء میں فن تاریخ گوئی شاعری سے الگ تھی۔ تاریخ گوئی اور شاعری میں فن اور ثقافتی ہم آہنگی نے ان میں گہرا رشتہ قائم کر کے یک جان کر دیا ہے۔ فن تاریخ کا ماہر اس انداز سے تاریخ نکالتا ہے کہ اس کے ترتیب دیئے ہوئے الفاظ سے صرف سال مطلوب ہی نہ نکلے بلکہ اس کا واقعہ کے ساتھ معنوی رشتہ بھی قائم ہو جائے۔ موجودہ عہد میں گو تاریخ گوئی کو وہ اہمیت حاصل نہیں رہی مگر زندہ قومیں اپنی تہذیب و معاشرت کے ساتھ اپنا ناطہ جوڑتی ہیں۔

اردو اور فارسی شاعری میں اک دور تھا جب فن تاریخ کی بڑی اہمیت ہوتی تھی۔ یہ اک مشکل فن ہے اس فن میں ماہر ہونے کے لیے ذہانت، شعر و سخن کا کامل ادارک اور علم الاعداد کا ماہر ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اکثر

لوگ اس فن سے نابلد ہوتے ہیں اور وہ بھی تاریخ گوئی شروع کر دیتے ہیں، جس کی وجہ سے اس فن کی قدر و منزلت مسلسل کم ہوتی چلی گئی۔ اب جب کلاسیکی ادب کی بہت سی اصناف اپنی اہمیت کھو رہی ہیں تو تاریخ گوئی نے بھی اپنی اہمیت کھونا شروع کر دی ہے۔ ایسے دور میں اک خانقاہ میں بیٹھے ہوئے شاعر کا تاریخ گوئی میں کمال حاصل کرنا خوش آئند بات ہے۔ پیر فیض الامین نے تاریخ گوئی میں ماضی کی روایات کو زندہ کیا۔ ان کے فن میں پختگی نظر آتی ہے۔ انہوں نے فارسی اور اردو میں جو تواریخ بھی کہی ہیں۔ ان میں کلاسیکی روایت کی جھلک نظر آتی ہے۔ انہوں نے تاریخی واقعات کے ساتھ ساتھ بہت سے صوفیہ اور مشائخ کی تواریخ وفات بھی کہی ہیں۔ زمانہ گزر گیا جب کوئی کتاب طبع ہوتی تو اس پہ طباعت کا قطعہ بھی درج ہوتا تھا۔ پیر فیض الامین سیالوی نے اسی دم توڑتی روایت کو زندہ کیا ہے۔ انہوں نے بہت ہی عمدہ تواریخ کہنے کے ساتھ ساتھ اس کو رواج بھی دینے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب "انفس التواریخ" چھپوا کر بھی اپنی تاریخ گوئی کو محفوظ کر دیا ہے۔ ان کے قطعات تاریخ میں روانی اور سلاست نظر آتی ہے۔ ان کی کتاب کو اگر فن تاریخ گوئی کا شہ کار کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ حکیم یحییٰ صمدانی نے ان کی کتاب کے دیباچے میں ان کی فنی عظمت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے:

> ''فصاحت وبلاغت سے مرقع مادہ تواریخ رحلت سے مصنف کی علمی و ادبی رفعت درخشاں و تاباں نظر آتی ہے۔ مادہ ہائے تواریخ میں روانی شائستگی اور اثر انگیزی سے عام قاری بھی لطف اندوز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا''(۱۴)

انہوں نے خون جگر سے تاریخی مادے استخراج کئے ہیں اور پھر نہایت چابک دستی سے انہیں قطعات میں ایسے سمو دیا جیسے انگوٹھی میں نگینے جڑے ہوں۔

پیر فیض الامین فاروقی کے قطعات تاریخ فنی معیار پر پورا اترتے ہیں۔ انہوں نے فارسی اور اردو میں قطعات تاریخ کہہ کر اک نئی امید کی شمع روشن کی ہے کہ ماضی کی روایات کو اگر کوئی زندگی عطا کرنا چاہے تو اس کے لیے ممکن ہو۔ انہوں نے سیال شریف کے شجرہ کے مطابق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک سلسلہ چشتیہ کے بزرگان کے قعطات تاریخ کہے ہیں۔ ان کے قطعات تاریخ میں صوفیہ چشت اور دیگر احباب کے قطعات شامل ہیں۔ انہوں نے اپنی قطعات تاریخ کی کتاب کو خواجہ غلام فخر الدین سیالوی کے نام سے منسوب کیا ہے۔

پیر فیض الامین فاروقی کے فرزند عروس فاروقی اپنے والد کی میراث تاریخ گوئی کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ اپنے والد کی وفات کے بعد وہ مشائخ وصوفیہ کے قطعات وفات کہتے ہیں۔ ان کی تاریخ گوئی میں استادانہ مہارت

اور پختگی دکھائی دیتی ہے۔ ان کا تعلق خانقاہ مونیاں شریف سے ہے اور اس خانقاہ کا اعزاز یہ ہے کہ ان کا شعری ورثہ بطور خاص تاریخ گوئی کا فن نئی نسل تک بھی منتقل ہو چکا ہے۔ انہوں نے بھی فارسی تاریخ گوئی میں طبع آزمائی کی ہے۔ پیر حمید الدین سیالوی کی وفات پر تاریخ گوئی کی منفرد کتاب "رنج وملال" کے نام سے شائع کروائی جس میں اردو اور فارسی قطعات تاریخ شامل ہیں۔ اس کتاب کا حسن یہ ہے کہ اس میں شامل تمام تواریخ کے قطعات پیر حمید الدین سیالوی کی وفات سے متعلق ہیں۔ اسی کتاب میں شامل کچھ فارسی قطعات تاریخ ملاحظہ کریں:

نسیم صابری چوں کرد رحلت
شنیدم وائے وائے وائے وائے
عروسا بود فضل آں کریمی
مریضان محبت را دوائے
مزار او بود رشک گلستان
کنم در حضرت حق التجائے
''نسیم گلشن آرا رفت' آمد
پے تاریخ رحلت ایں ندائے ۱۴۴۲ھ (۱۵)

حمید جہان ولایت گزشت
امیر سلوک و شریعت گزشت
چو کردم پے سال رحلت سوال
شنیدم کہ 'پاکیزہ سیرت گزشت' ۱۴۴۲ھ (۱۶)

اسی طرح سیال شریف کی ذیلی خانقاہ معظم آباد سے تعلق رکھنے والے حافظ خورشید مخمور سدیدی بھی فن تاریخ گوئی میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ ان کے غیر مطبوعہ کلام میں بہت سے قطعات تاریخ شامل ہیں۔ انہوں نے خواجہ غلام سدید الدین معظمی کا قطعہ وصال کہا ہے۔ صوفی خورشید عالم مخمور نے ان کی تاریخ وفات یوں نکالی ہے:

خسرو ملک جنون، فغفور عشق
ماہ تابان شب دیجور عشق
شاہباز لامکاں اشتیاق

صاحب گنجینہ موفور عشق
جذبہ عشق و محبت ہو عطا
مجھ کو بھی اے نازش منصور عشق
ہم کو اے مخمور گریاں چھوڑ کر
چل دیا ''شیریں بیاں مخمور عشق''(۱۷) ۱۹۸۹ء

الغرض مشائخ سیال شریف اور ان کے خلفا کے ہاں فارسی تاریخ گوئی کی روایت پوری آب و تاب سے نظر آتی ہے۔ فن تاریخ گوئی میں طبع آزمائی کرنا اور اس فن کو زندہ رکھنا در حقیقت مشائخ سیال شریف کی علمی دوستی کا مظہر ہے۔ خانقاہ سیال شریف کی علمی و ادبی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ اس خانقاہ میں علم و فن کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور کلاسیکی اصناف سخن کی آبیاری بڑے تزک و احتشام سے کی جاتی ہے جس کی واضح مثال عہد رواں میں تاریخ گوئی ہے۔ جب ہمارے ہاں فارسی کا رواج نہ ہونے کے برابر ہے، اس عہد میں فارسی تاریخ گوئی میں طبع آزمائی کرنا یقیناً حوصلہ افزا امر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ دور میں فارسی زبان و ادب کی خدمت کے حوالے سے مشائخ سیال اور ان کے خلفا کا کردار مثالی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ شاکر القادری چشتی، مضمون مشمولہ: انفس التواریخ، لاہور، دارالاسلام اندرون بھاٹی گیٹ، ۲۰۱۸، ص ۴۳
۲۔ ایضاً، ص ۴۷
۳۔ عبد اللہ سیالویؒ، خواجہ، غیر مطبوعہ مجموعہ کلام، مملوکہ: کتب خانہ خانقاہ سیال شریف
۴۔ ایضاً
۵۔ ایضاً
۶۔ ایضاً
۷۔ غلام فخر الدین سیالویؒ، حضرت، خواجہ، بابِ جبریل، سرگودھا، سیال شریف، ص ۹۸، ۸۳
۸۔ ایضاً
۹۔ فیض الامین سیالوی، صاحبزادہ، انفس التواریخ، لاہور، دارالاسلام اندرون بھاٹی گیٹ، ۲۰۱۸، ص ۱۷
۱۰۔ ایضاً، ص ۸۶

۱۱۔ ایضاً، ص۸۷

۱۲۔ فیض الامین سیالوی، صاحبزادہ، نصابِ مغفرت، لاہور، اسلامک میڈیا سنٹر، ۲۰۱۲، ص۲۲

۱۳۔ مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، جلد ۲، کراچی، انجمن قمر الاسلام سلیمانیہ، ۲۰۱۲، ص۲۱۳

۱۴۔ ایضاً، ص۲۲۵

۱۵۔ نجم الامین عروس فاروقی، غیر مطبوعہ کلام مملوکہ: عروس فاروقی خانقاہ مونیاں شریف، گجرات

۱۶۔ نجم الامین عروس فاروقی، رنج وملال بر وصال پیر سیال، گجرات، دار الفیض مونیاں شریف، ۲۰۲۰، ص۷

۱۷۔ خورشید عالم مخمور سدیدی، نفحات معظمیہ، خانقاہ معظم آباد، سرگودھا، ۲۰۱۲، ص۴۳۱